قرآن وسنت میں قانونِ وراثت اور ہبہ کی اہمیت اور پاکستانی عدالتوں کے فیصلے

جمیل احمد *

ممتاز احمد سالک **

اسلام نے دولت کے ارتکاز کو ممکن حد تک روکنے اور معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے مختلف طریقے اور نظام عطا کیے ہیں، جن کی بدولت انسان کئی معاملات میں آسانی اور سہولت محسوس کرتا ہے، انہی نظاموں میں سے ایک نظام ''قانونِ وراثت'' کا بھی ہے، جس کا ایک مقصد جہاں نئی آنے والی نسل تک آسودگی اور آسانی منتقل کرنا ہے، وہاں انہیں معاشرے کا باوقار اور متمول شہری بھی بنانا ہے، جس کے باعث انسان محتاجگی سے بچ سکتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ متوفی اپنی اولاد کے لیے اتنا مال چھوڑ کر ہی دنیا سے جائے کہ اس کی اولاد اس مال سے استفادہ کر سکے۔ بہر حال قانونِ وراثت دولت کی مساویانہ اور منصفانہ تقسیم کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل قانون ہے، جسے شریعتِ مطہرہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وراثت ایک غیر اختیاری انتقال ملکیت ہے، یعنی متوفی اپنی مرضی سے کسی کا حصہ مقرر نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اپنی مرضی سے اپنی جائیداد اور اموال کی وصیت کر سکتا ہے مگر جو شریعتِ مطہرہ نے بیان کر دی ہے۔ وراثت کے عمل سے ایک متوفی کا ترکہ (جو اس نے دنیا میں چھوڑا) اس کے ورثاء کے حق میں بطور جانشین منتقل ہو جاتا ہے۔

ترکہ میں کئی چیزیں شامل ہوتی ہیں، مثلاً ذاتی استعمال کی چیزیں جنہیں متوفی نے زندگی میں استعمال کیا ہو، گھریلو سامان، وہ چیزیں جو متوفی کو ہبہ میں ملی ہوئی ہوں اور متوفی کو زندگی میں ان چیزوں پر مکمل دسترس ہو، متوفی کے کمانے کے آلات جو اُس کے ذرائع معاش میں سے تھے، اسی طرح زمین، دکان، مکان وغیرہ، متوفی کی جمع کی ہوئی رقم، اس کی رہن رکھی ہوئی چیز، متوفی کا کسی کو دیا ہوا قرضِ حسنہ، حکومت سے بطور ملازمت ملنے والے فنڈز جسے عرف عام میں گریجوٹی، پراویڈنٹ فنڈ، جی پی فنڈ، پینشن وغیرہ کہا جاتا ہے، ان تمام چیزوں کی متوفی کے حقیقی ورثاء میں تقسیم قانونِ وراثت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

---

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامی فکر وتہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

** پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اصلاح انٹرنیشنل، لاہور، پاکستان

قرآن وسنت میں وراثت کی اہمیت:

وراثت سے متعلق احکام قرآن وسنت میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، وراثت ایک اصولی معاملہ ہے، جس میں کسی قسم کی کمی بیشی فتنہ وفساد، انتشار اور جنگ وجدل کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، علم وراثت کو علم الفرائض (فرائض کا علم) بھی کہتے ہیں۔ متوفی کے ورثاء کے حصے اللہ نے خود مقرر کیے ہیں، جن کا اسلام کے دیے گئے کلیے کے مطابق تقسیم کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کوئی بھی شخص اپنی عقل، فہم وفراست اور اپنے بنائے ہوئے کلیے کے مطابق تقسیم وراثت کے اصول وضع نہیں کرسکتا۔ تقسیم وراثت کا یہ طریقہ کار قرآن وسنت کی روشنی میں واضح ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاo وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌo﴾ (۱)

''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے حوالے سے تاکیدی حکم دیتا ہے، کہ ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے برابر ہے، پھر اگر دو سے زیادہ صرف عورتیں ہی ہوں تو اُن کیلئے ترکے کا دوتہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہو تو اُس کیلئے نصف مال ہے، اور مرنے والے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کیلئے ترکے کا چھٹا حصہ ہے جبکہ مرنے والے کی اولاد ہو، اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ اُس کے وارث ہوں تو اُس کی ماں کو ایک تہائی ملے گا، اگر مرنے والے کے کئی بھائی ہوں تو وصیت نافذ کرنے کے بعد ''جو اُس نے کی ہو'' یا قرض ادا کرنے کے بعد اُس کی ماں کا چھٹا

حصہ ہوگا، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ اِن میں سے کون تمہارے لیے زیادہ فائدے کا ذریعہ ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ جائیں، اس میں سے تمہارا حصہ آدھا ہے جبکہ اُن کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر اُن کی اولاد ہو تو تمہارے لیے اُن کے ترکے میں سے چوتھا حصہ ہے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو اُنہوں نے کی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد، اور عورتوں کیلئے تمہارے ترکے میں سے چوتھا حصہ ہے جبکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکے میں سے اُن کا آٹھواں حصہ ہے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی وراثت ہو، اُس کا باپ یا بیٹا کوئی بھی نہ ہو، البتہ اُس کا بھائی یا بہن ہو تو اُن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، اُس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو کی گئی ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد، کسی کو نقصان پہنچائے بغیر، یہ اللہ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بردبار ہے''۔

ان احکامات کی اہمیت کو مزید واضح کرنے اور عمل پیرا ہونے کی صورت میں خوشخبری کے طور پر فرمایا:

﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (۲)

''یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔

لیکن اگر کوئی علم الفرائض اور وراثت کے احکامات کو ہوائے نفس کی نظر کرتا ہے، اس معاملے میں کسی کے ساتھ دھونس کرتا ہے، کوئی وراثت پر اپنا زیادہ اور خلافِ اصول حق جتاتا ہے، یا اگر متوفی اپنی زندگی میں اپنے بچوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کر کے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتا ہے، تو پھر اس کے لیے جہنم کی وعید بھی سنائی گئی:

﴿وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ (۳)

''اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اُس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے، وہ اُسے جہنم میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اُس کیلئے رسواکُن عذاب ہے''۔

یہ معاملہ تو متوفی کے مرنے کے بعد کا ہے، اور ان احکامات کا اطلاق متوفی کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے مثلاً کسی کو کوئی چیز عطیہ یا ہبہ کرتا

ہے، مگر اس میں منصفانہ تقسیم نہیں کرتا، یعنی کچھ کو دیا اور کچھ کو نہ دیا، شریعت نے ایسے عمل کی بھی مذمت فرمائی ہے اور ایسے رویوں سے باز رہنے کی تلقین کی ہے، حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

" عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ، فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ، فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ " (۴)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میرے والد نے اپنے مال میں سے مجھے کچھ ہبہ کیا، تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں راضی نہیں ہوں گی یہاں تک کہ تم اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ بنالو، میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تاکہ آپ ﷺ کو مجھ پر کیے گئے ھبہ پر گواہ بنائیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے یہ (ہبہ) اپنے تمام بچوں کے ساتھ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے مابین عدل کرو، چنانچہ میرے والد واپس آئے اور وہ ہبہ واپس لے لیا''۔

وراثت کے معاملات میں متوفی کے دنیا سے جانے کے بعد اس کے ترکہ پر احکامات ربانی کا لاگو کرنا ایک بات ہے اور اپنی زندگی میں کسی شخص کا اپنی اولاد کا کسی چیز کا عطیہ اور ہبہ کرنا الگ بات ہے، اس کے باوجود دونوں صورتوں میں عدل وانصاف کو مقدم رکھا جائے گا، تاکہ نہ کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو اور نہ کسی کی حق تلفی ہو۔

اسی طرح مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے، وراثت سے متعلق قرآن مجید کی دیگر آیات میں ارشاد باری ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا﴾ (۵)

''مردوں کیلئے اُس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کیلئے بھی اُس مال میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر شدہ ہے''۔

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ

مِمَّا تَرَكَ وَ اِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (٦)

''اے نبی! ﷺ، یہ لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ'' کلالہ'' کے متعلق اللہ تمہیں بتاتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو، اس کی ایک بہن ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا، اور بھائی اپنی بہن کا وارث بنے گا جبکہ اس کی کوئی اولاد نہ ہو، اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی ملے گا، اور اگر وہ کئی افراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں دونوں ہوں تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا، اللہ تمہارے سامنے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾(٧)

''اور قریبی رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں ایک دوسرے کے حوالے سے زیادہ حق رکھتے ہیں، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

درج بالا آیاتِ قرآنیہ میں متوفی کے قریبی رشتہ داروں اور ان کی جملہ تفصیلات بیان کرنے کا مقصد ہر قسم کے شک وشبہ اور ابہام کو زائل کرنا ہے، تاکہ کوئی بھی وراثت جیسے اہم حکم میں غلطی نہ کرے۔

وراثت کی اہمیت سے متعلق احادیث:

اسلام میں وراثت کے احکام کو نہ صرف سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے بلکہ وراثت اور ترکہ کی تقسیم سے متعلق مناسب حکمت عملی اپنانا بھی ضروری ہے اور یہ عمل زندگی میں ہی ہوگا، اس لیے کہ مرنے کے بعد اولاد اسی مال و جائیداد میں حق دار ہوگی جو ان کے لیے والدین نے چھوڑا ہو، جبکہ والدین کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے بہتر مستقبل اور اپنے جانے کے بعد ان کی باقی ماندہ زندگی کی آسودگی کے لیے بھی حکمتِ عملی وضع کریں۔ مثال کے طور پر اگر ایک شخص مالدار ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال واسباب سے نوازا ہے، اگر وہ ارادہ کرے کہ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرے اور اپنی موجودہ اور آنے والی نسل کے لیے کچھ بھی باقی نہ چھوڑے۔ ایسے عمل کو شریعت میں ناپسند کیا گیا ہے اور اس سے روکا گیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی کہ میں کافی تکلیف میں ہوں اور کہا کہ:

''وَأَنَـا ذُو مَالٍ، وَلاَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: لاَ قُلْتُ: أَفَـأَتَـصَـدَّقُ بِشَـطْرِهِ؟ قَالَ: لاَ، قُلْتُ: فَالثُّلُثِ؟، قَالَ: وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَـاءَ، خَيْـرٌ مِـنْ أَنْ تَـذَرَهُـمْ عَـالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ امْرَأَتِكَ''. (۸)

''میں مالدار ہوں، اور میرا کوئی وارث نہیں ہے سوائے ایک بیٹی کے، کیا میں اپنے مال کے تین حصے صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'نہیں'، پھر عرض کرنے لگے کیا آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'نہیں'، انہوں نے عرض کیا پھر ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایک تہائی صدقہ کر سکتے ہو اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ تم اپنے وارثوں کو دولت مند چھوڑ جاؤ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انہیں فقیر چھوڑ جاو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو مگر تمہیں اس کا اجر نہ دیا جائے، حتیٰ کہ اپنی زوجہ کے منہ میں حلال لقمہ ڈالنے پر بھی تمہیں اجر دیا جاتا ہے''۔

لہٰذا ترکہ اور ورثاء کی حفاظت کے لیے مال کو بے جا صدقہ کرنے سے منع کیا گیا جس میں حکمت یہ ہے کہ دولت کی تقسیم صحیح معنوں میں آنے والی نسلوں میں ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ''. (۹)

''مقررہ حصے ان کے مستحقوں کو دو اور جو باقی بچے وہ (متوفی کے) قریب ترین مرد (رشتہ داروں) کا حصہ ہے''۔

تقسیم وراثت اور قانونِ وراثت کو محفوظ اور ہر قسم کے ظلم و زیادتی اور ناانصافی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود رشتہ داروں کے حصے مقرر فرما دیے ہیں، اس میں ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ کہیں متوفی وصیت کے معاملے میں کسی پر ظلم و زیادتی اور غیر مساویانہ سلوک نہ کر بیٹھے، اس لیے وصیت کا معاملہ اب کسی کے لیے جائز نہیں رہا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ ''.(۱۰)

''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں''۔

جس طرح قرآن مجید میں وراثت جیسے اہم موضوع پر خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تقسیم فرمائی ہے، ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے اس اہم قرآنی مضمون کی پاسداری کے لیے علمِ وراثت اور تقسیم وراثت کی کئی ایک احادیث کے

ذریعے وضاحت فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تَعَلَّمُوا القُرْآنَ وَالفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ". (۱۱)

''فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں''۔

ایک دوسری حدیث میں اس کو علم کا نصف قرار دیا گیا، یعنی تمام علوم ایک طرف ہوں تو اکیلا علمِ میراث ان سب کے حجم کے مساوی ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ میری امت سے یہی علم سب سے پہلے چھینا جائے گا:

"قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَأَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِيْ". (۱۲)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ فرائض کا علم (علم میراث) سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ علم کا نصف حصہ ہے اور یہ علم بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے میری امت سے چھین لیا جائے گا''۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے میراث کی تاکید اور اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ؛ فَإِنَّ الْعِلْمَ سَيُنْقَضِي وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، حَتَّى يَخْتَلِفَ الِاثْنَانِ فِي الْفَرِيضَةِ فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا". (۱۳)

''علم میراث سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھلاؤ، کیونکہ علم میراث قبض کر لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی مقررہ حصے میں اختلاف کریں گے اور کوئی ایسا آدمی نہ پائیں گے جو اُن میں فیصلہ کرے''۔

وراثت کے علم کو سارے کا سارا عدل پر مبنی قرار دیا گیا:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ". (۱۴)

''سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن علوم کا سیکھنا ضروری ہے وہ تین طرح کے ہیں، جبکہ دوسرے علوم کا سیکھنا فضیلت کے باب میں آتا ہے، اور وہ یہ ہیں: قرآن کی آیاتِ احکام کا سیکھنا، دوسرا سنتِ نبوی کا علم، تیسرا فرائض یعنی وراثت

کا علم جو سارے کا سارا عدل پر مبنی ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے وراثت کے اسباب اور موانع وراثت سے متعلق بھی ارشادات فرمائے، تا کہ لوگوں میں میراث جیسے اہم مسئلے سے متعلق ابہام پیدا نہ ہو۔ اسباب وراثت اور موانع وراثت کی چند اقسام درج ذیل ہیں:

ولاء: کوئی شخص غلام یا لونڈی کو آزاد کرے اور وہ آزاد شدہ فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اِنَّمَا الْوَلاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ". (۱۵)

''یقیناً ولاء (وراثت کا حق) اس کے لیے ہے جس نے اسے آزاد کیا''۔

قتل: اسی طرح جو شخص کسی کو عمداً قتل کر دیتا ہے تو سزا کے طور پر اسے مقتول کی جائیداد سے محروم کر دیا جائے گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" لَا یَرِثُ الْقَاتِلُ شَیْئًا". (۱۶)

''قاتل کسی چیز کا بھی وارث نہیں بن سکتا''۔

مسلم معاشرے میں موجود طبقات کی وراثت کے حوالے سے درجہ بندی کی گئی ہے، تا کہ کسی بھی رشتے اور تعلق میں ترکہ کے معاملات میں اختلاف نہ ہو، نیز مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو وراثت کے علم کو سیکھنا چاہیے کیونکہ دیگر علوم کے مقابلہ میں علم میراث کو سیکھنے کی بہت اہمیت ہے۔

ورثاء اور ان کی تعداد:

تمدن کی ترقی اور فلاحی ریاستوں کے وجود کو قائم رکھنے میں انتقالِ ملکیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے، جس سے نہ صرف خاندانوں کا وجود اور احیاء باقی رہتا ہے بلکہ خاندانوں کے ملاپ سے کامیاب اور خوشحال معاشروں کا قیام وجود میں آتا ہے۔ قرآن وحدیث کے احکامات سے قوانینِ وراثت کی اہمیت ابھر کر سامنے آتی ہے، ذیل میں ورثاء اور ان کی تعداد کو درج کیا جا رہا ہے، سید حیدر لکھوی نے اپنی کتاب ''اسلام کا قانونِ وراثت'' میں اس کی ترتیب یوں بیان کی ہے:

مرد وُرثاء: مرد جو وارث بنتے ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے:

(۱) بیٹا (۲) پوتا (۳) باپ (۴) دادا (۵) عینی بھائی (جن کے ماں، باپ ایک ہوں) (۶) علاتی بھائی (جن کا باپ ایک ہی ہو اور مائیں الگ الگ ہوں) (۷) اخیافی بھائی (جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ

ہوں)(۸) عینی بھائی کا بیٹا (میت کا بھتیجا)(۹) علاتی بھائی کا بیٹا (۱۰) چچا (حقیقی چچا)(۱۱) علاتی چچا (سوتیلا چچا)(۱۲) حقیقی چچا کا بیٹا (۱۳) علاتی چچا کا بیٹا (۱۴) خاوند (۱۵) آقا جس نے اپنے غلام کو آزاد کیا ہو۔

نوٹ: اگر کوئی عورت فوت ہوگی اور اس نے مذکورہ پندرہ مرد وارث زندہ چھوڑے تو ان میں سے صرف تین مرد وارث ہوں گے (بیٹا، باپ اور خاوند) اور باقی ماندہ بارہ (۱۲) محروم ہوں گے۔

وارث عورتیں: عورتیں جو وارث بنتی ہیں ان کی تعداد دس ہے:

(۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) ماں (۴) نانی (۵) دادی (۶) عینی بہن (۷) علاتی بہن (۸) اخیافی بہن (۹) بیوی (۱۰) وہ عورت جس نے اپنے غلام کو آزاد کیا ہو (المعتقة)

نوٹ: اگر کوئی آدمی فوت ہوگیا اور اس نے مذکورہ دس عورتوں کو زندہ چھوڑا، ان میں سے صرف پانچ عورتیں وارث بنیں گی، بیٹی، پوتی، ماں، عینی بہن اور بیوی۔ اور باقی سب وراثت سے محروم ہوں گی۔

اگر کوئی مرد یا عورت فوت ہو جائے اور وہ مذکورہ (۲۴) وارث زندہ چھوڑے تو ان میں سے صرف پانچ اشخاص وارث ہوں گے، اور وہ خاوند یا بیوی، بیٹا، بیٹی، ماں، باپ ہیں اور باقی ماندہ سب وراثت سے محروم ہوں گے۔ (۱۷)

اسلامی نظریاتی کونسل اور قانونِ وراثت:

وراثت کی تقسیم سے متعلق بہت سے مسلمان آگاہ ہیں، لیکن بعض لوگ اہل علم وفضل سے مسائل دریافت کر کے تقسیم وراثت جیسے مسئلے کا حل نکال لیتے ہیں، لیکن سب سے بڑی کوتاہی اس میں یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹوں کے نام جائیداد کو ھبہ کر دیتا ہے، تاکہ بیٹیوں کو وراثت سے محروم کیا جا سکے، لہٰذا بگاڑ کا سبب کسی شخص کا اپنی زندگی میں ہی اولاد میں غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ تقسیم ہے، جس سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ خصوصاً عورت سے منسلک جتنے بھی رشتے ہیں ان کا مالی اور وراثتی استحصال مسلمان معاشروں کا وطیرہ بن چکا ہے، مسلمان معاشروں میں اصل مسئلہ بیٹی کی وراثت کا ہے، ورنہ بیٹوں کی جائیداد بنانے کے حوالے سے تگ و دو کرنا خواہ وہ حلال ذرائع سے ہو، یا حرام ذرائع سے، ایک معمول بن چکا ہے، اکثریت اسی فعل پر کاربند ہے، الّا ماشاءاللہ۔

وراثت میں بیٹی کا حصہ:

اسلامی نظریاتی کونسل نے جہاں دیگر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان میں ایک مسئلہ بیٹی کی وراثت سے متعلق بھی ہے، جس کی سفارشات میں وراثت میں بیٹی کے حصہ کی ادائیگی سے متعلق درج ہے:

’’کیبنٹ سیکرٹریٹ خواتین ڈویژن نمبر ۳۔ ۳۹/ ۸۱۔ ڈبلیو۔ آر۔ آئی، مؤرخہ ۹۔ جون ۱۹۸۱ء نمبر ایف ۳ (۱۳)/ ۸۱۔ آر۔ سی آئی آئی، مؤرخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۸۲ء یہ امر مصلحت شرعیہ کے مطابق ہوگا کہ ایسا قانون وضع کیا جائے جس سے کوئی شخص لڑکیوں کو نظر انداز کر کے صرف لڑکوں کو ہبہ نہ کر سکے اور یہ لازم قرار دیا جائے کہ جب کوئی شخص ہبہ کرے تو سب اولاد کو حسبِ قاعدہ ہبہ کرے‘‘۔ (۱۸)

وراثت میں بیٹی کے حصہ کی ادائیگی سے متعلق ایک اور استفساری مراسلہ بتاریخ اکتوبر ۱۹۸۲ء میں درج ہے:

’’کیبنٹ ڈویژن کے ایک استفساری مراسلہ نمبر ا۔ آر ڈبلیو جون ۱۹۸۱ء میں کونسل سے یہ استصواب کیا گیا تھا کہ آج کل کے مسلمان (اپنی زندگی ہی میں) اپنے لڑکوں کے نام اپنی کل جائیداد ہبہ کر دیتے ہیں اور اپنی بیٹیوں کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں، اس قسم کے ہبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ چنانچہ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد مؤرخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۸۲ء بصدارت چیئر مین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، موضوع ہذا پر غور وخوض کیا، ممبر کونسل قاضی سعد اللہ حسنی مرحوم کی تحریری رائے پر بحث ہوئی، بالآخر کونسل نے بکثرت رائے حسب ذیل سفارش منظور کی: یہ امر مصلحت شریعہ کے مطابق ہوگا کہ ایک ایسا قانون وضع کیا جائے جس سے کوئی شخص لڑکیوں کو نظر انداز کر کے صرف لڑکوں کو اپنی جائیداد ہبہ نہ کر سکے اور یہ لازم قرار دیا جائے کہ جب کوئی شخص (تمام جائیداد) ہبہ کرے تو سب اولاد کو حسب قاعدہ میراث ہبہ کی جائے، کونسل نے مزید طے کیا کہ اس سفارش کے ساتھ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن چیئر مین کونسل کی تالیف مجموعہ قوانین اسلام میں مذکور موضوع کو بطور سفارش شامل کیا جائے‘‘۔ (۱۹)

قوانینِ وراثت کے بہت سے مسائل اسی بات سے جنم لیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ روش اختیار کرتے ہوئے اولاد میں سے کسی کے نام جائیداد ھبہ کر دے اور دوسرے بچوں کو محروم کر دے۔ ذیل میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن سابق چیئر مین کونسل کے ھبہ سے متعلق دلائل کو نقل کیا جا رہا ہے جس سے ہبہ کا غیر قانونی طریقے سے استعمال کرنے کی نہ صرف حوصلہ شکنی ہوتی ہے بلکہ لوگوں کو آگاہی بھی ملتی ہے کہ ایسا ہبہ نہ کیا جائے، جو دنیا سے متوفی کے جانے کے بعد اس کے لیے عذاب اور اولاد کی لیے افتراق وانتشار کا باعث بنے۔ ان گذارشات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ہبہ تفضیلی (قانونی دفعہ: ۱۷۲):

(۱) ’’واہب اس امر کا مجاز نہ ہوگا کہ اپنی کل یا تہائی سے زائد جائیداد واملاک بحالت صحت کسی غیر وارث یا اپنی کسی مخصوص اولاد کے حق میں دوسری اولاد کو ضرر پہنچانے کی نیت سے ھبہ کرے، الا یہ کہ اس کا تفصیلی عمل مصالح شرعی

پر مبنی ہو۔

(۲) ہبہ تفضیلی کسی مصالحت شرعی پر مبنی نہ ہونے کی صورت میں قابل ابطال (Voiable) ہوگا اور اولاد محروم بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اُس ہبہ کو بذریعہ عدالت باطل قرار دلائے جانے کی مجاز ہوگی۔

(۳) عدالت اس اطمینان کے بعد کہ واہب کے تفضیلی عمل کے لیے کوئی شرعی مصلحت موجود نہ تھی واہب کو بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹ اُس ھبہ سے رجوع کا حکم دے گی۔

(۴) واہب کے فوت ہو جانے کی صورت میں شے موھوبہ بمتابعت احکام مندرجہ دفعہ ۱۷۹، متوفی کے ترکہ میں شمار ہوگی اور بموجب قانون وراثت، عمل درآمد کیا جائے گا۔

(۵) دفعہ ہذا سے ہبہ بحالت مرض الموت یا ہبہ بالوصیت کے شرعی احکام متاثر نہ ہوں گے۔

تشریح: ہبۂ تفضیلی اس ہبہ کو کہتے ہیں کہ واہب (ہبہ کرنے والا) ایک یا ایک سے زائد موہوب لہم کے حق میں اپنی جائیداد واملاک بایں طور پر ہبہ کرے کہ ایک موہوب لہ کے مقابلہ میں دوسرے ورثاء کو یا تو بالکل محروم کر دے یا ایک کو دوسرے پر اتنی فضیلت دے کہ اُس ایک موہوب لہ اور دوسرے ورثاء کے درمیان شیٔ موہوبہ کے ہبہ کی بنا پر عادلانہ تناسب باقی نہ رہے۔

قرآنی ہدایت: ہبۂ تفضیلی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں قرآن پاک میں ظاہر نص موجود نہیں لیکن ایک مسلمان کے اپنی ملک میں تصرف کرنے کے سلسلے میں جو ہدایات ملتی ہیں اُن سے بطریق اقتضاء یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک مسلمانوں کو ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مال کے خرچ کرنے کے سلسلے میں کچھ ہدایات دیتا ہے، جن کی تفسیر احادیث رسول میں ملتی ہے، مثلاً قرآنی آیات کے مطابق:

(۱) وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا (۲۰)

''کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو''۔

(۲) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (۲۱)

''اور رشتہ داروں مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو''۔

(۳) وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۲۲)

''اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور (خرچ کرنے میں) کمی نہیں کرتے اور اس میں (خرچ کے معاملے میں) میانہ روی اختیار کرتے ہیں (یعنی خرچ میں عدل سے کام لیتے ہیں نہ زیادتی کرتے ہیں نہ کمی)''۔

(۴) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۲۳)

''اور جو ہم نے ان کو بخشا ہے (اس میں سے) خرچ کرتے ہیں''۔

(۵) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ (۲۴)

''اور دیا مال اللہ کی محبت میں ذوی القربیٰ، یتامی، مساکین، مسافر، سائلین اور غلامی سے چھٹکارا چاہنے والوں کو''۔

(۶) وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲۵)

''(اے محمد ﷺ!) لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے جو بچ رہے''۔

ان آیات کے مطالعہ سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک مال کے صحیح طور پر خرچ کرنے پر زور دیتا ہے، خواہ وہ خود اپنی ذات پر کیوں نہ خرچ کیا جائے، اسی طرح قرآن مجید حقوق (مالی وغیر مالی) کی ادائیگی پر متوجہ کرتا ہے، چنانچہ جہاں مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے وہاں ذوی القربیٰ کو اولیت دیتا ہے، ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک مالک کو اپنے اوپر بھی اسراف سے منع کرتا ہے تو دوسروں پر اسراف (حد سے گزر جانے کو) کیونکر پسند کر سکتا ہے۔قرآن پاک کے ان منشاء ومقصود کی روشنی میں جب ہبہ کے مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو اس نتیجہ پر بآسانی پہنچا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ذوی القربی کے حق میں عطیہ کو پسند فرماتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ خود عادل ہے اس لیے عدل کرنے والوں کو بنظرِ تحسین دیکھتا ہے، اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہبہ تفضیلی کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک باپ یا ماں کو اپنی اولاد کے درمیان ہبہ کے معاملہ میں (منجملہ دیگر معاملات کے) عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو احکام خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہوگی اور عدل نہ کرنے والا ظالموں کے زمرہ میں شامل ہو کر ثواب سے محروم اور عذاب کا مستحق ہوگا''۔(۲۶)

جسٹس تنزیل الرحمٰن اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے سفارشات کے ضمن میں پی ایل ڈی، ۱۹۵۶، پشاور عدالت کا فیصلہ نقل کرتے ہیں:

''ہماری عدالتوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جو ہبہ بحالت مرض الموت کیا جائے اس پر وصیت کے احکام کا اطلاق کیا جائے گا، پشاور اور لاہور کی عدالت ہائے عالیہ نے مقدمات مفصلہ ذیل میں قرار دیا ہے کہ جو ہبہ مرض

الموت کی حالت میں کیا جائے وہ وصیت خیال کیا جائے گا،یعنی جب کہ واہب بوقت ہبہ ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا جواس کی موت کا فوری سبب ہوا۔مرض الموت کے تعین کے لیے حسب ذیل امور کا لحاظ ضروری ہوگا: (۱) یہ کہ مرض ایسی نوعیت کا تھا جس سے مریض کے دل میں یہ یقین پیدا ہوا کہ اس کا آخری وقت قریب ہے۔(۲) یہ کہ بیماری اس شدت کی تھی کہ جس نے اس کو روزمرہ کے کاموں کی ادائیگی کے ناقابل بنا دیا تھا، چنانچہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کرنماز پڑھنے سے قاصر ہوتو مسلم فقہاء کی رائے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص روزمرہ کے کاموں کوانجام دینے سے قاصر ہے۔(۳) یہ کہ مرض گو پرانا ہولیکن ایسے مرحلے میں داخل ہوگیا ہو کہ جب وہ بڑھے تو مریض کوموت کا خدشہ لاحق ہو جائے،ایسی صورتوں میں جو ہبہ کیا جائے گا وہ وصیت شمار ہوگا''۔(۲۷)

ہبہ کے ضمن میں سپریم کورٹ کا فیصلہ:

''سپریم کورٹ، پاکستان نے بمقدمہ شمشاد علی شاہ بنام سید حسن شاہ قرار دیا کہ مرض الموت کی حالت میں ایک ناجائز ہبہ نامہ وصیت قرار نہیں دیا جاسکتا جب کہ ہبہ نامہ کی مندرجہ شرائط سے جائیداد موہوبہ کا فوری اور ناقابل تنسیخ انتقال ظاہر نہ ہوتا ہو۔ ہبہ بحالت مرض الموت کے سلسلے میں سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا مقدمہ میں قرار دیا ہے کہ مرض الموت کے یقین کے لیے عدالت کو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا ہبہ موت کے فوری خطرے کے احساس کے دباؤ کے تحت کیا گیا ہے، چنانچہ اس امر کو طے کرنے کے لیے کہ کیا ایک بیمار شخص کے ہبہ پر مرض الموت کے اصول کا اطلاق ہوسکتا ہے عدالت کو حسب ذیل حقائق پر غور کرنا چاہیے: (۱) کیا مرض کی حالت اور نوعیت ایسی تھی کہ جو بیمار شخص کے ذہن میں اس یقین کو تقویت پہنچانے والی تھی کہ اس مرض سے موت واقع ہو جائے گی یا موت کے خوف کو پیدا کرتی تھی؟ (۲) کیا واہب ہبہ کے وقت ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا جو اس کی موت کا فوری سبب ہوا؟ (۳) کیا بیماری ایسی تھی جو اس کو حسب معمول مشاغل کی ادائیگی سے ناقابل بنانے والی تھی۔ایک ایسی صورت حال جو بیمار کے ذہن میں موت کا خوف پیدا کرسکتی تھی۔(۴) کیا وہ بیماری اتنے عرصے تک جاری رہی کہ اس کے ختم ہونے یا فوری ہلاکت کے خوف کو کم کرنے والی تھی یا یہ کہ بیمار کو اس مصیبت کا خوگر بنانے والی تھی۔ جب کہ واہب ہبہ کرتے وقت ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا جس میں اس نے یہ یقین پیدا کر دیا تھا کہ اس مرض سے موت واقع ہو جائے گی اور حقیقت میں دستاویز کی رجسٹری کے چند گھنٹے بعد اس مرض نے فی الحقیقت اس کی جان لے لی، سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ ہبہ مرض الموت میں کیا گیا تھا''۔(۲۸)

پشاور عدالت اور سپریم کورٹ عدالت کے دونوں فیصلوں کی روشنی میں واضح طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مندرجہ

بالا فیصلے کئی معاملات میں ابہام اور تشکیک پیدا کرتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے اگر موت کے خدشے سے اپنی اولاد کو ہبہ کر دیا اور اس ھبہ کو وصیت تصور کرتے ہوئے متوفی کی جائیداد کو اسی حساب سے وراثت مان لیا جائے تو اس سے کئی طرح کے ابہام پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً متوفی کی زندگی میں اس کی پوری اولاد پاس ہی نہ تھی، جان کنی کے عالم میں اس سے غلطی سرزد ہوگئی اور اس نے کچھ کو جائیداد میں سے ہبہ کیا لیکن دوسروں کو نہ کیا، اس سے ناانصافی اور مساویانہ تقسیم پر حرف آتا ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ہبہ کی گئی چیز یا جائیداد کو وصیت سمجھے اور اسی وصیت کو بعد میں اس کی اولاد وراثت کی بنیاد بنا لے، اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ کی واضح حدیث موجود ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ". (۲۹)

''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں''۔

اس بنیاد پر بجا طور پر یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وراثت کی تقسیم کے معاملے میں احکاماتِ خداوندی کو ہی حرفِ آخر اور بلا چوں و چراں مان لیا جائے اور کوئی ایسا غیر شرعی اور خلافِ حقیقت کام نہ کیا جائے جس سے مسئلہ وراثت اور قانونِ وراثت میں ردّ و بدل کا خدشہ لاحق ہو۔ اور جنس کے اعتبار سے ناانصافی جنم لے، جیسا کہ ہمارے معاشرے کی اکثریت میں مرد و عورت کی وراثت سے متعلق ناانصافی سے کام لیا جاتا ہے، روزنامہ پاکستان میں ''اسلام میں میراث کا نظام اور معاشرے میں خواتین کی حق تلفی'' کے عنوان سے سپریم کورٹ کے ریمارکس دیتے ہوئے محمد رضا نے لکھا:

''سپریم کورٹ میں وراثت کے ایک مقدمے میں جسٹس جواد ایس خواجہ نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ یہ معاشرے کی ریت بن چکی ہے کہ بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت میں سے ایک ٹکا بھی نہیں دیا جاتا، انہیں ڈرا دھمکا کر وراثت نہ لینے پر قائل کیا جاتا ہے، زمینوں سے پیار کرنے والے اپنی وراثت کو بچانے کے لئے سگی بہنوں اور بیٹیوں کے وجود تک سے انکاری ہو جاتے ہیں، اسلامی معاشرے نے خواتین کو وراثت میں جو حقوق دیئے ہیں اس سے کوئی انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، وقت آ گیا ہے کہ بہنوں اور بیٹیوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ یہ بیان خوش آئند ہے لیکن اس معاملہ پر عدلیہ کا سنجیدگی کے ساتھ کام کرنا ابھی باقی ہے۔ راقم بحیثیت جنرل سیکرٹری ہیومن رائٹس موومنٹ اپنی تنظیم کے پلیٹ فارم پر اُن بہنوں اور بیٹیوں کے لئے جن کو وراثت کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے، مفت قانونی امداد فراہم کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اسلام انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام کی بہت سی خصوصیات ہیں، انہی میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ اسلام نے انسان کے لئے بہترین اقتصادی نظام دیا ہے، جو

کئی امور پر مشتمل ہے جن میں تقسیم میراث کا نظام بھی اہم ہے۔ اسلام نے بہت سارے امور کی رعایت کرتے ہوئے اس کا نظام بنایا ہے، جس میں مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی میراث کا حقدار بنایا گیا ہے۔

اسلام نے عورت کو وہ مثالی حقوق دیے ہیں جو آج تک کوئی تہذیب یا مذہب اسے نہیں دے سکا۔لیکن اس معاشرے میں ہماری بہن اور بیٹی ان کے وراثتی حقوق سے محروم ہے جو اسے اسلام جیسے عظیم دین نے دیے تھے۔ مسلمان معاشرے کی عورت کو آج بھی اکثر وراثت کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔قرآن عورت کو وراثت میں حقدار بناتا ہے لیکن ہم عورت کو اس کے اس حق سے محروم کیے ہوئے ہیں۔کیا دنیا دار اور کیا دیندار کوئی بھی اپنی بہن بیٹیوں کو وراثت میں حقدار نہیں ٹھہراتا اور چند برتن جہیز میں دے کر اسے اس کے حصے کی جائیداد سے محروم کرنے کی روایت ہمارے معاشرے میں عام ہے۔معاشرے کی تباہی کی ایک نشانی وراثت کی تقسیم میں انصاف کا نہ ہونا بھی ہے اسی لئے باوجود اس کے کہ مدرسوں کے نصاب میں اور وکیلوں کی پڑھائی میں وراثت کی تقسیم کا مضمون شامل ہوتا ہے لیکن ان دونوں طبقوں میں کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو شرعی طریقے سے وراثتی جائداد تقسیم کرتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں پانچ فیصد ہی ایسے لوگ ہوں گے جن کے ہاں عورتوں کو وراثت میں حصہ دیا جاتا ہوگا۔

اسلام تو عورتوں کو حقِ وراثت دیتا ہے لیکن مرد اس معاشرے میں عورتوں کا حق غصب کر جاتے ہیں۔ جوں جوں محروم طبقوں میں اپنے حقوق کی بیداری کی لہر پیدا ہوگی تو عورتیں بھی اپنا حق مانگیں گی۔قرآن میں بیان کردہ حقوق سے ملک کی بیشتر آبادی کو محروم رکھا جا رہا ہے۔ جتنا عورت کو اس کے حق سے محروم رکھا جائے گا اتنی ہی اس کے دل میں مذہب اور مذہب کے ذمہ داروں سے بیزاری پیدا ہوگی اور شاید وہ وقت بھی آجائے کہ عورتوں کا ہاتھ ان طبقات کے گریبان تک جا پہنچے جو انہیں ان کے حق سے محروم رکھتے ہیں اور خالق حقیقی تو ان سے ضرور پوچھے گا کہ تم نے کیوں عورتوں کو ان کے حق وراثت سے محروم رکھا''۔(۳۰)

اولاً تقسیم وراثت سے متعلق اسلامی احکامات کی روشنی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ماہرین کی بے شمار خدمات ہیں، ثانیاً ہمارا عدالتی نظام بھی اسلامی تقسیمِ وراثت کا پشتی بان ہے،فرق صرف ہمارے ہاں رائج معاشرتی رویوں کا ہے جن کی بنیاد پر ناانصافی کو فروغ ملتا ہے،ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں آگاہی پیدا کرنے کے لیے قانونی ماہرین اور جید علماء اپنا کردار ادا کریں، جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

خلاصہ:

اسلام کا متعارف کردہ وراثتی نظام اس قدر جامع اور معنی خیز ہے جس کے ذریعے آنے والی نسلوں کی معاشی اور دینی رہنمائی کی گئی ہے، یعنی اسلام کا قانونِ وراثت اپنے اندر بے شمار انعامات اور نسلِ نو کا معاشی تحفظ سموئے ہوئے ہے۔ سماوی ادیان میں سے کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے کہ جو آئندہ نسلوں کے معاشی تحفظ کی گارنٹی دیتا ہو اور اسے محفوظ بنانے کی ضمانت دیتا ہو، جبکہ اسلام کے وراثتی نظام میں ہر وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا گیا ہے جس کی روشنی میں فرد، معاشرہ اور ریاست ترقی کا سفر بآسانی طے کر سکتے ہیں۔ تاہم اس نظام کا کلی اختیار کسی فرد یا ریاست کے پاس نہیں بلکہ شریعت کی طرف سے متعین کردہ وہ نصاب ہے جس کے روشنی میں یہ عمل پروان چڑھتا اور رائج ہوتا ہے۔ اسلام نے نہ صرف اس نظام کو سمجھایا بلکہ اس پر عمل پیرا نہ ہونے کی صورت میں کڑی سزا کی وعید بھی سنائی ہے۔ جبکہ کسی بھی مسلمان شخص کا اپنی جائیداد و املاک کو فی سبیل اللہ عطیہ کرنا، کسی ٹرسٹ کو دینا، یا کسی فلاحی تنظیم کو دینے کی بھی روک تھام کی گئی ہے، اور اس کا دائرہ مخصوص نصاب کی صورت میں متعین کیا گیا ہے، یعنی اولاد کی موجودگی میں املاک کو ھبہ کرنے کی صورت صرف 'ثلث' تیسرے حصے کی حد تک قابلِ قبول ہے، اس سے زیادہ یعنی نصف جائیداد کو عطیہ کرنا یا پوری جائیداد کو ہی وقف کر دینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس مضمون میں حدیث سعد بن ابن وقاصؓ گزری، اس سے شریعت مطہرہ کا مقصود معاشرتی توازن کو برقرار رکھنا اور خاندانی آسودگی کو فروغ دینا ہے، نہ کہ گداگری کی حوصلہ افزائی کرنا۔ قانونِ وراثت کے فروغ سے دیگر جرائم کا خاتمہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اسلام نے قاتل کو کسی بھی جائیداد کا وارث بننے سے روکا ہے، یعنی قاتل کسی بھی چیز کا وارث نہیں بن سکتا، دوسرے لفظوں میں وراثتی نظام معاشرتی تطہیر کا بھی باعث ہے۔ اسلام نے اس بات کی بھی حوصلہ شکنی کی ہے کہ کوئی قریب المرگ شخص اپنی مکمل جائیداد کو وقف کر دے، اس صورت میں پاکستان میں موجود اسلامی نظریاتی کونسل کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسا ھبہ کالعدم متصور ہوگا، جبکہ پاکستان کی عدالتوں میں بھی اسی طرح کے ریمارکس اور فیصلے دیکھنے میں آئے ہیں۔ یہ مضمون اسی موضوع کا احاطہ کرتا ہے جسے اسلام نے وراثتی نظام کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ النساء،۴:۱۱،۱۲

۲۔ النساء،۴:۱۳

۳۔ النساء،۴:۱۴

۴۔ النیشاپوری،قشیری،مسلم بن حجاج،امام،''الجامع الصحیح''، کتاب الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الاولاد فی الهبة

۵۔ النساء،۴:۷

۶۔ النساء،۴:۱۷۶

۷۔ الانفال،۸:۷۵

۸۔ بخاری،محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ،امام''الجامع الصحیح''،کتاب المغازی، باب حجة الوداع

۹۔ بخاری،''الجامع الصحیح''،کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیه وأمه

۱۰۔ ابوداوٗد،سلیمان بن الاشعث بن اسحاق،امام،''السنن''،کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث

۱۱۔ ترمذی،موسیٰ بن الضحاک محمد بن عیسیٰ ،امام،''السنن''،کتاب الفرائض، باب ما جاء فی تعلیم الفرائض

۱۲۔ ابن ماجہ،القزوینی،ابوعبداللہ محمد بن یزید،امام''السنن''، کتاب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض

۱۳۔ بیہقی،ابوبکر،احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ،''السنن الکبریٰ''، کتاب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض، الرقم:۱۲۱۷۳

۱۴۔ ابوداوٗد،''السنن''، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی تعلیم الفرائض

۱۵۔ البخاری،''الجامع الصحیح''،کتاب الزکاة باب الصدقة علی موالی أزواج النبی ﷺ

۱۶۔ ابوداوٗد،''السنن''، کتاب الدیات، باب دیات الأعضاء

۱۷۔ حیدر لکھوی،صلاح الدین،''اسلام کا قانونِ وراثت''،دارالابلاغ پبلشرز۔لاہور،ص:۴۸،۴۹

۱۸۔ رپورٹ استفسارات ۱۹۶۲ء تا ۱۹۸۴ء، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، پاکستان ۲۸ شعبان ۱۴۰۳ھ، ۳۰ مئی، ۱۹۸۲ء،،ص:۴۷

۱۹۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر،جسٹس،'' Fifteenth Report of the Council of Islamic Ideology

on Islamization of Laws''، اسلامی نظریاتی کونسل۔اسلام آباد، مئی ۱۹۸۴ء، ص:۸۳

۲۰۔ الاعراف، ۷:۳۱

۲۱۔ اسراء، ۱۷:۱۶

۲۲۔ فرقان، ۲۵:۶۷

۲۳۔ بقرہ، ۲:۳

۲۴۔ بقرہ، ۲:۱۷۷

۲۵۔ بقرہ، ۲:۲۱۹

۲۶۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، ''مجموعۂ قوانین اسلام''، ادارہ تحقیقات اسلامی۔اسلام آباد، ج:۳، ص:۹۵۳ تا ۹۵۶

۲۷۔ ایضاً، ج:۳، ص:۱۰۱۱

۲۸۔ ایضاً، ج:۳، ص:۱۰۱۲، بحوالہ: پی ایل ڈی، ۱۹۶۴ء، سپریم کورٹ، ص:۱۴۳

۲۹۔ ابوداؤد، ''السنن''، كتاب الوصايا، باب ما جاء فى الوصية للوارث

۳۰۔ روزنامہ ''پاکستان''، ''کالم: اسلام میں میراث کا نظام''، ۲۹ ستمبر، ۲۰۱۵ء